رسائل و مسائل

رشوت وخیانت کو حلال کرنے کے بہانے

سرکاری اہل کاروں کو جو نذرانے اور ہدیے اور تحفے ان کی طلب اور جبر و اکراہ کے بغیر کاروباری لوگ اپنی خوشی سے دیتے ہیں انھیں ملازمت پیشہ حضرات بالعموم جائز سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ رشوت کی تعریف میں نہیں آتا اس لیے یہ حلال ہونا چاہیے۔ اسی طرح سرکاری ملازموں کے تصرف میں جو سرکاری مال ہوتا ہے اسے بھی اپنی ذاتی ضرورتوں میں استعمال کرنا یہ لوگ جائز سمجھتے ہیں۔ میں اپنے حلقہ ملاقات میں اس گروہ کے لوگوں کو سمجھانے کی کوشش کرتا ہوں مگر میری باتوں سے ان کا اطمینان نہیں ہوتا۔

ایک شخص یا اشخاص سے دوسرے شخص یا اشخاص کی طرف مال کی ملکیت منتقل ہونے کی جائز صورتیں صرف چار ہیں۔ ایک یہ کہ ہبہ یا عطیہ ہو برضا و رغبت' دوسرے یہ کہ خرید و فروخت ہو آپس کی رضامندی سے' تیسرے یہ کہ خدمت کا معاوضہ ہو باہمی قرار داد سے' چوتھے یہ کہ میراث ہو جو ازروئے قانون ایک کو دوسرے سے پہنچے۔ ان کے ماسوا جتنی صورتیں انتقال ملکیت کی ہیں' سب حرام ہیں۔ اب دیکھنا چاہیے کہ جو روپیہ ایک افسر یا اہل کار کسی صاحب غرض سے لیتا ہے یا جو استفادہ وہ اس مال سے کرتا ہے جو دراصل پبلک کا مال ہے اور پبلک کاموں کے لیے اس کے تصرف میں دیا جاتا ہے اس کی حیثیت کیا ہے؟ ظاہر ہے کہ وہ خرید و فروخت اور میراث کی تعریف میں تو آتا نہیں' پھر کیا وہ ہبہ یا عطیہ ہے؟ اس کا فیصلہ کرنے کے لیے ایک سوال کا جواب کافی ہے۔ کیا یہ ہبہ یا عطیہ ایک اہل کار کو اس صورت میں بھی ملتا جب کہ وہ اس منصب پر نہ ہوتا یا پنشن پر الگ ہو چکا ہوتا۔ اگر نہیں تو یہ عطیہ یا ہبہ نہیں ہے کیوں کہ یہ اس کے منصب کی وجہ سے اس کے پاس آرہا ہے' نہ کہ کسی ذاتی تعلق یا محبت یا ہمدردی کی بنا پر۔ اب کیا یہ ان خدمات کا معاوضہ ہے جو ایک اہل کار اپنے منصب کے سلسلہ میں انجام دیتا ہے؟ ظاہر ہے کہ یہ درحقیقت معاوضہ بھی نہیں ہے۔ معاوضہ تو صرف وہ تنخواہ اور الاؤنس ہیں جو ملازم ہونے کی حیثیت سے آدمی کو ملتے ہیں۔ ان کے ماسوا جو کچھ ایک اہل کار اپنے فرائض منصبی ادا کرنے کے سلسلہ میں حاصل کرتا ہے وہ تو خیانت ہے جو پبلک فنڈ میں سے کی جاتی ہے' یا ناجائز خدمات کا معاوضہ ہے جو شرائط ملازمت کے خلاف عمل کرنے کے بدلہ میں آدمی کو ملتا ہے۔ یا

جائز خدمات کا ناجائز معاوضہ ہے کیونکہ شرائط ملازمت کے حدود میں رہتے ہوئے کام کرنے کا معاوضہ تو بشکل تنخواہ آدمی پہلے ہی لے چکا ہے اس پر پھر مزید معاوضہ حاصل کرنا صریح طور پر حرام خوری ہے۔ یہ تو تھی اصولی بحث، اب دیکھیے کہ اس معاملہ میں شرعی احکام کیا ہیں۔

ابو حمید الساعدی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سرکاری ملازمین جو ہدیے وصول کرتے ہیں یہ خیانت ہے (مسند احمد)۔ انھی ابو حمید کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن اللتبیہ نامی ایک شخص کو قبیلہ ازد پر عامل بنا کر بھیجا۔ جب وہ وہاں سے سرکاری مال لے کر پلٹا تو بیت المال میں داخل کرتے وقت اس نے کہا کہ یہ تو ہے سرکاری مال اور یہ ہدیہ ہے جو مجھے دیا گیا ہے۔ اس پر حضورؐ نے ایک خطبہ دیا اور اس میں حمد و ثنا کے بعد فرمایا "میں تم میں سے ایک شخص کو اس حکومت کے کام میں جو اللہ نے میرے سپرد کی ہے عامل بنا کر بھیجتا ہوں تو وہ آکر مجھ سے کہتا ہے کہ یہ تو ہے سرکاری مال، اور یہ ہدیہ ہے جو مجھے دیا گیا ہے۔ اگر یہ سچ ہے کہ لوگ اسے خود ہدیے دیتے ہیں تو کیوں نہ وہ اپنے ابا اور اپنی اماں کے گھر بیٹھا رہا کہ اس کے ہدیے اسے وہیں پہنچتے رہتے؟" (بخاری، مسلم، ابو داود)۔

بریدہؓ سے روایت ہے کہ نبیؐ نے فرمایا جس شخص کو ہم کسی سرکاری خدمت پر مقرر کریں اور اسے اس کام کی تنخواہ دیں وہ اگر اس تنخواہ کے بعد اور کچھ وصول کرے تو یہ خیانت ہے۔ رویفع بن ثابت انصاریؓ کہتے ہیں کہ نبیؐ نے فرمایا کہ جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو وہ یہ حرکت نہ کرے کہ مسلمانوں کے فے (یعنی پبلک کے مال) میں سے ایک جانور کی سواری لیتا رہے اور جب وہ بیکار ہو جائے تو اسے پھر سرکاری اصطبل میں داخل کر دے۔ اور جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو اس کا یہ کام بھی نہیں ہے کہ مسلمانوں کے فے میں سے ایک کپڑا برتے اور جب وہ پرانا ہو جائے تو اسے واپس کر دے (ابو داؤد)۔

عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے رشوت دینے والے اور لینے والے دونوں پر لعنت فرمائی (ابو داود)۔

عدی بن عمیرۃ الکندیؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا لوگو! جو شخص ہماری حکومت میں کسی خدمت پر مقرر کیا گیا اور اس نے ایک تاگا یا اس سے بھی حقیر تر کوئی چیز ہم سے چھپا کر استعمال کی تو یہ خیانت ہے جس کا بوجھ اٹھائے ہوئے وہ قیامت کے روز حاضر ہو گا (ابو داود)۔

یہ ہیں اس مسئلے میں نبیؐ کے ارشادات، اور یہ اپنے مدعا میں اتنے واضح ہیں کہ ان پر کسی تشریح و توضیح کے اضافے کی ضرورت نہیں۔ جو لوگ اپنی حرام خوری کے لیے طرح طرح کے حیلے اور بہانے پیش کرتے ہیں اور اسے اپنی چال بازیوں کے ذریعہ حلال بنانے کی کوشش کرتے ہیں، آپ ان سے

کہیے کہ اگر حرام کھاتے ہو تو کم از کم اسے حرام تو سمجھو، شاید کبھی اللہ اس سے بچنے کی توفیق دے دے۔ لیکن اگر حرام کو حلال بنا کر کھایا تو تمھارے ضمیر مردہ ہو جائیں گے، پھر کبھی حرام سے بچنے کی خواہش دل میں پیدا ہی نہ ہو سکے گی۔ اور جب خدا کے ہاں حساب دینے کھڑے ہو گے تو تم کو معلوم ہو جائے گا کہ حقیقت تمھارے بدلنے سے نہیں بدل سکتی۔ حرام حرام ہے، خواہ تم اسے حلال بنانے کی کتنی ہی کوشش کرو۔

پھر لوگوں سے کہیے کہ اگر خدا اور آخرت اور حساب اور جزا و سزا، یہ سب تمھارے نزدیک محض افسانہ ہی افسانہ ہے تب تو حرام و حلال کی بحث ہی فضول ہے۔ جانوروں کی طرح جس کھیت میں ہریالی نظر آئے اس میں گھس جاؤ، اور جائز و ناجائز کی بحث کے بغیر کھاؤ جتنا کھایا جا سکے۔ لیکن اگر تمھیں یقین ہے کہ اوپر کوئی خدا بھی ہے، اور کبھی اس کے سامنے جا کر حساب بھی دینا ہے، تو ذرا اس بات پر بھی غور کر لو کہ آخر یہ حرام کی کمائی کس کے لیے کرتے ہو؟ کیا اپنے جسم و جان کی پرورش کے لیے؟ مگر یہ جسم و جان تو اس خدمت پر تمھارے احسان مند نہ ہوں گے بلکہ تمھارے خلاف خدا کے ہاں الٹا استغاثہ کریں گے کہ تو نے ہمیں اس ظالم کی امانت میں دیا تھا اور اس نے ہمیں حرام کھلا کھلا کر پرورش کیا۔ پھر کیا بیوی بچوں کے لیے کرتے ہو؟ مگر یہ بھی قیامت کے روز تمھارے دشمن ہوں گے اور تم پر الٹا الزام رکھیں گے کہ یہ ظالم خود بھی بگڑا اور ہمیں بھی بگاڑ آیا۔ پھر آخر یہ عذاب الٰہی کے خطرے میں اپنے آپ کو کس لیے ڈال رہے ہو؟ --- کیا کبھی موت آنی ہی نہیں ہے؟ یا مرنے کے بعد کوئی جائے پناہ تجویز کر رکھی ہے جہاں خدا کی پکڑ سے بچ جانے کی امید ہے؟ **(سید ابوالاعلیٰ مودودی)**

بنکوں میں نفع و نقصان کا شراکتی کھاتہ

بنکوں میں نفع نقصان شراکتی کھاتہ میں جو رقوم رکھی جاتی ہیں ان پر نفع کے نام سے بنک جو رقم دیتے ہیں آیا وہ شریعت کی رو سے جائز ہے؟ میرے بعض تحریکی دوست اسے جائز سمجھتے ہیں مگر مجھے شرح صدر نہیں ہے۔ کیا شرعاً یہ کشمیری مجاہدین کو بھیجی جا سکتی ہے؟ کیا اس سے اپنے لیے لائبریری کے لیے دینی لٹریچر خریدا جا سکتا ہے؟ بچیوں کی تعلیم و تربیت کے لیے اس سے ٹرسٹ بنانا اور مدرسے کھولنا جائز ہے؟
نفع نقصان شراکتی کھاتہ میں سے یکم رمضان کو زکوٰۃ وضع کی جاتی ہے۔ کیا یہ زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے؟

بنک میں نفع و نقصان میں شراکتی کھاتے کے نام سے جو کھاتہ جاری کیا گیا ہے وہ سود ہے اور اس سے حاصل کردہ منافع سودی منافع ہے۔ ایسے منافع کے مستحق فقرا و مساکین اور مفلوک الحال لوگ ہیں۔ اس سلسلے میں آپ کے دوستوں کا نظریہ اور طرز عمل درست نہیں ہے۔ منافع کی یہ رقم جو نفع و نقصان شراکتی کھاتہ سے ملتی ہے، سودی ہے۔ اسے آپ مجاہدین کشمیر، یتیموں، بیواؤں اور بوسنیا کے مہاجرین و مجاہدین کی امداد میں دے سکتے ہیں، اپنے استعمال میں لانا کسی صورت میں بھی جائز نہیں

ہے۔اس رقم سے کتابیں خریدنا' بچوں کی تعلیم و تربیت میں خرچ کرنا'مدرسے کھولنا جائز نہیں ہے۔
بنک والوں کو زکوٰۃ کی کٹوتی کرانے کے مقابلہ میں خود زکوٰۃ ادا کرنا زیادہ بہتر ہے۔تاہم اگر حکومت زکوٰۃ کی کٹوتی کرے تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔البتہ حکومت کو مجبور کریں کہ زکوٰۃ کی رقوم زکوٰۃ کے مصارف میں خرچ کرے۔ (عبدالمالک)

جوتوں کے ساتھ نماز جنازہ پڑھنا

سورۃ طٰہٰ کی آیت فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ إِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى کی تفسیر میں مولانا مودودیؒ نے تحریر فرمایا ہے کہ "کھلے میدان میں بھی جو لوگ نماز جنازہ پڑھتے وقت جوتے اتارنے پر اصرار کرتے ہیں وہ احکام شریعت سے ناواقف ہیں" اور اس حدیث پاک خالفوا الیھود و النصاریٰ کا حوالہ دیا ہے۔سوال یہ ہے کہ اس میں حکم رسولؐ کی نوعیت کیا ہے؟ فرض ہے' واجب ہے' مستحب ہے' مباح ہے یا بالکل الٹا ممنوع ہے؟

مولانا مودودیؒ کی یہ بات بالکل درست ہے کہ جوتے اتارنے پر اصرار کرنا احکام شریعت سے ناواقفیت پر مبنی ہے۔صحیح بخاری میں ہے کہ سعید بن یزید ازدیؒ نے انس بن مالکؓ سے پوچھا: کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم جوتوں میں نماز پڑھتے تھے؟ فرمایا' ہاں!

آپ نے جس حدیث کا حوالہ دیا ہے وہ ابوداؤد میں شداد بن اوسؓ کی روایت سے اس طرح آئی ہے: "یہود کی مخالفت کرو' یہ لوگ جوتوں اور موزوں میں نماز نہیں پڑھتے"۔امام طحاویؒ نے ۸ صحابہؓ سے جوتوں میں نماز پڑھنے کی روایات نقل کی ہیں (شرح معانی الآثار)۔

ان روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ جوتے اگر پاک ہوں' یا اگر خشک نجاست ہو تو زمین یا گھاس وغیرہ سے رگڑ کر پاک کر دیے گئے ہوں' تو ان میں نماز پڑھنا بالاتفاق جائز ہے۔اگر لوگوں نے جوتے اتارنے کو لازم سمجھ لیا ہو' اور جوتے پہن کر نماز پڑھنے کو ناجائز سمجھنے لگے ہوں' تو انھیں زبانی طور پر سمجھانے کے ساتھ ساتھ' بعض اوقات جوتوں میں نماز جنازہ پڑھنا مستحب ہو جاتا ہے تاکہ لوگوں کے ذہنوں سے اس عمل کی کراہیت نکل جائے۔لیکن جوتے پہن کر نماز پڑھنا بذات خود کوئی عبادت نہیں ہے کہ اسے فرض یا واجب یا مستحب قرار دیا جائے۔رسول اللہؐ نے جوتوں میں بھی نماز پڑھی ہے اور جوتے اتار کر بھی پڑھی ہے۔ابوداؤد ہی کی دوسری حدیث میں آیا ہے کہ عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ فرماتے ہیں: "میں نے رسول اللہؐ کو بغیر جوتوں کے نماز پڑھتے ہوئے بھی دیکھا ہے' اور جوتے پہن کر بھی نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے"۔

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں: جوتوں کی ساتھ نماز پڑھنا یہود کی مخالفت کی نیت سے مستحب ہے۔اس سے یہ حکم بھی معلوم ہوتا ہے کہ جوتوں کے ساتھ مسجد میں چلنا جائز ہے"

امام طحاوی ؒ فرماتے ہیں: "جب مسجدوں میں جوتوں کے ساتھ داخل ہونا مکروہ نہیں ہے، اور جوتوں کے ساتھ نماز پڑھنا بھی مکروہ نہیں ہے، تو قبروں کے درمیان جوتوں کے ساتھ چلنا بطریق اولی مکروہ نہیں ہے۔ یہی قول ہے ابوحنیفہ ؒ، ابویوسف ؒ اور امام محمد ؒ کا (شرح معانی الآثار)۔

یہ تو مسئلے کا اصولی جواب ہے لیکن آج کل لوگوں کے جوتے اکثر ناپاک یا مشکوک ہوتے ہیں، اور صفائی کا اہتمام بھی لوگ بالعموم نہیں کرتے، اس لیے جوتوں کے ساتھ نماز پڑھنے میں پوری احتیاط سے کام لیا جائے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ناپاک جوتوں میں نماز پڑھ لی جائے اور فرض ذمے رہ جائے۔

اسی طرح آج کل مسجدیں بالعموم مفروش ہوتی ہیں، جن پر جوتوں کی پاک گرد و غبار بھی اگر پڑ جائے تو بدنما نظر آتی ہے۔ ایسی مسجدوں میں گرد آلود جوتوں کے ساتھ داخل ہونا مناسب معلوم نہیں ہوتا۔ لیکن کھلے میدانوں میں بھی جوتے اتارنے کو لازمی عادت بنانا اور پاک جوتوں میں نماز پڑھنے والوں پر اعتراض کرنا بے جا تشدد ہے (گوھر رحمان)۔

فروعات کا مقام

بعض ارکان جماعت کا عمل، ظاہری جزئیات مثلاً بال بنوانے میں معروف دینی روایت کے خلاف ہے۔ ان میں سے بعض جماعت کے نمایاں عہدوں پر ممتاز ہیں اور اہمیت رکھنے والی ذمہ داریوں کے متحمل ہیں۔ عوام اور دین دار طبقہ سے ان کا میل جول زیادہ ہے۔ ان حالات کی روشنی میں سوال یہ ہے کہ دین کو تمام گوشوں سمیت دنیا پر مسلط کرنے کی جدوجہد کرنے والے افراد ہر گوشہ زندگی میں کیوں دین قائم نہیں کرتے؟

ہم اپنی جماعت کے ارکان کو صرف منصوص احکام کی پیروی کا پابند کر سکتے ہیں، کسی مخصوص استنباط کی پیروی کا پابند نہیں کر سکتے۔ جس طرز مثلاً جس قسم کے بالوں کو آپ ناجائز کہہ رہے ہیں، اگر ان کے ناجائز ہونے پر آپ کے پاس کوئی نص ہو تو وہ ضرور میرے علم میں لائیں۔ میں اس کے اتباع کا حکم دوں گا۔ لیکن اگر اس عدم جواز کو آپ نے کسی نص سے مستنبط کیا ہے تو اپنے استنباط کی پیروی کرنا آپ ہی پر لازم ہے یا پھر اس پر جو آپ کے استنباط کو صحیح مان لے۔ دوسرا شخص جو اس نص کے معنی آپ کے لیے ہوئے معنی سے مختلف سمجھتا ہو اور اپنے پاس اس کے لیے دلیل رکھتا ہو، اسے نہ آپ خود مطعون کرنے کا حق رکھتے ہیں اور نہ مجھ سے یہ مطالبہ کر سکتے ہیں کہ میں آپ کے استنباط کو ایک قانون کی حیثیت سے جماعت میں نافذ کروں۔ آپ کو یاد رکھنا چاہیے کہ جن جزوی مسائل میں ایک سے زیادہ مسلک ہونے کی خود شریعت میں گنجائش موجود ہے، ان کے بارے میں تشدد اور تنگ نظری برتنے کے نتائج اس امت کے حق میں بہت برے نکل چکے ہیں۔ اب آخر کب تک یہ سلسلہ جاری رکھا جائے گا؟" (س۔ ا۔ م)۔

علاقائی اور صوبائی حقوق اور اسلامی احکام

کیا قرآن مجید ' حدیث نبوی ' سنت خلفاء راشدین یا فقہا کی آرا کی روشنی میں ایک اسلامی مملکت کے مختلف علاقوں (صوبوں) میں رہنے والوں کو دوسرے علاقوں میں رہنے والوں کے علاقائی حقوق و مفادات میں برابر کا شریک قرار دیا گیا ہے؟ یا ان مختلف علاقوں کے علاقائی معاشی مفادات اور استحقاق حصول ملکیت وملازمت کو اس خاص علاقہ کے باشندوں تک محدود رکھا گیا ہے؟

کیا اسلامی نظریہ مساوات کے مطابق ایسی یکساں استحقاق کی پالیسی بنانا شرعی امر ہے۔ حق شفعہ کے شرعی قانون اور عراق کی مفتوحہ اراضی کے بارے میں حضرت عمرؓ کے فیصلے کی حکمت عملی کیا ہے؟ جب ایک اسلامی مملکت کے خلاف زہراگلا جارہا ہو اور علاقائی قوم پرستی کو ہوادی جارہی ہو تو اس وقت کون سی شرعی حکمت عملی اختیار کی جائے جو حق و انصاف کے قریب ہو۔

۱۔ امت مسلمہ کی اساس جس پر اتحاد امت اور اسلامی قومیت کا دارومدار ہے ' عقیدۂ توحید اور ایمان ہے۔ معاشی حقوق و مفادات ' علاقائی و جغرافیائی حدود اور نسلی و لسانی امتیازات کی بنیاد پر تعصبات کی آگ بھڑکانا اور اتحاد امت و اسلامی اخوت کو پارہ پارہ کرنا دور جاہلیت کو از سر نو زندہ کرنا ہے۔

۲۔ اسلامی ریاست کو انتظامی سہولتوں کے پیش نظر مختلف انتظامی یونٹوں ' صوبوں ' ضلعوں اور علاقوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ یہ تقسیم اتحاد امت کے خلاف نہیں ہے بشرطیکہ اس تقسیم کو عصبیتوں اور علاقائی قومیتوں کا ذریعہ نہ بنایا جائے بلکہ جسد واحد کے اعضا کی طرح باہمی تعاون کی فضا قائم ہو اور صوبے ایک دوسرے کو گرانے کی بجائے سب مل کر ایک دوسرے کو اٹھانے کی کوشش کرتے ہوں۔ بنی اسرائیل کو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بارہ قبائل میں تقسیم کر دیا تھا اور ہر ایک کا اپنا نقیب تھا جو اپنے قبیلے کی نمایندگی کرتا تھا ' بیعت عقبہ کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار مدینہ کے لیے بارہ نقیب منتخب کروائے تھے۔ دور نبویؐ اور دور خلافت راشدہؓ میں اسلامی ریاست کے مختلف انتظامی صوبے یا علاقے تھے جن کے حکام اپنے علاقوں کا نظم چلاتے تھے۔

۳۔ ہر صوبے کی آمدن کو اسی صوبے کی ضروریات اور ترقی پر خرچ ہونا چاہیے۔ زکوٰۃ ٹیکس نہیں ہے بلکہ عبادت ہے لیکن اس میں بھی یہی اصول اختیار کیا گیا ہے کہ ہر علاقے کے اغنیا سے زکوٰۃ وصول کر کے اسی علاقے کے فقرا پر تقسیم کی جائے الا یہ کہ کسی دوسرے علاقے کے رہنے والوں کو شدید ضرورت اور پریشانی لاحق ہو جائے تو بقدر ضرورت اس علاقے پر دوسرے علاقے کی زکوٰۃ صرف ہو سکتی ہے۔ اسی پر ٹیکس اور دوسری صوبائی و علاقائی آمدنیوں کو بھی قیاس کیا جا سکتا ہے۔ حق شفعہ بھی اس کی نظیر بن سکتی ہے کہ فروخت شدہ زمین ' مکان اور کارخانے کے پڑوسی یا حصہ دار

کا حق شفعہ شریعت نے تسلیم کیا ہے۔ ہمسائے کے حقوق کے بارے میں بھی شریعت کا اصول یہ ہے کہ جس کا دروازہ آپ کے دروازے کے قریب ہو اس کا حق دور کے ہمسائے سے زیادہ ہے۔ اس اصول کی روشنی میں قانون یہ بنانا چاہیے کہ ہر صوبے کی غیر آباد زمینیں آباد کرنے کے لیے یا آباد سرکاری زمینیں (بامعاوضہ یا بلامعاوضہ) اسی صوبے کے بے زمین کاشتکاروں کو دی جائیں گی۔

البتہ اگر کسی نے سرکاری زمینوں پر قبضہ کر کے غیر آباد چھوڑ دیا ہو تو مناسب مہلت کے بعد اس سے واپس لے کر دوسرے ایسے کاشتکاروں کو دی جانی چاہیں جو ان زمینوں کو آباد کر سکتے ہوں اگرچہ وہ دوسرے صوبے کے رہنے والے ہوں۔ اگر سرکاری زمینیں کسی قومی یا دینی خدمت کے صلے میں انعام کے طور پر دی جائیں تو پھر بھی مستحقین انعام میں سے مقامی مستحقین کو ترجیح دی جانی چاہیے۔ عراق کی زمینوں کو حضرت عمرؓ نے مجاہدین میں اسی لیے تقسیم نہیں کیا تھا کہ چند خاندان اور عرب کے باشندوں میں دولت اور جائیداد کا ارتکاز نہ ہو سکے اور دولت چند خاندانوں اور مخصوص علاقے کے لوگوں ہی میں گردش کرتی نہ رہے۔

۳۔ اگر ایک صوبے کی آمدن اور وسائل دوسرے صوبے سے زیادہ ہوں، اور دوسرے صوبے کے لوگ سخت معاشی پریشانی کا شکار ہوں تو ایسی صورت میں مالدار صوبے کی آمدن کا کچھ حصہ نادار صوبے یا علاقے کی کفالت پر خرچ کیا جا سکتا ہے، بلکہ ایسا کرنا ضروری ہو جاتا ہے خواہ زکوٰۃ و عشر اور صدقات واجبہ ہوں یا ٹیکس اور دوسرے ذرائع کی آمدن ہو۔

۴۔ علاقائی عصبیتوں کے انسداد کے لیے وہی حکمت عملی اختیار کی جائے جو نمبر ۲ میں بیان کر دی گئی ہے کہ غیر آباد اور سرکاری زمینوں کو اسی علاقے کے نادار لوگوں اور بے زمین کاشتکاروں میں تقسیم کیا جائے جس علاقے میں ایسی زمینیں واقع ہوں۔ غیر شرعی جاگیروں اور سرمایہ دارانہ نظام کو ختم کیا جائے تاکہ دولت چند ہاتھوں میں جمع نہ ہو سکے بلکہ اس سے عوام بھی فائدہ اٹھا سکیں۔ مالدار اور نسبتاً ترقی یافتہ صوبے کی آمدن کا کچھ حصہ غریب اور غیر ترقی یافتہ صوبے کی ترقی پر خرچ کیا جائے۔ یہ اور اس قسم کی دوسری وہ تدابیر اختیار کی جائیں جن کی وجہ سے معاشی، معاشرتی اور سیاسی احساس محرومی اور عدم تحفظ کا ازالہ ہو سکے۔ ان تدابیر کے ساتھ ذرائع ابلاغ اور تعلیمی نصاب کے ذریعے اسلامی قومیت کی اشاعت کی جائے اور نسلی، لسانی اور علاقائی عصبیتوں کا سختی کے ساتھ سدباب کیا جائے۔ جو عناصر لادینیت کے علمبردار ہیں اور اسلامی قومیت کی بجائے نسلی و لسانی قومیتوں کے پرستار ہیں وہ تو شاید ان تدابیر سے بھی مطمئن نہ ہو سکیں اور اپنے شیطانی حربوں سے باز نہ آئیں لیکن اگر عوام کو معاشی، سماجی اور سیاسی تحفظ کا یقین ہو جائے تو وہ ان لادین عناصر کے فریب میں نہیں آئیں گے۔

۵۔ ملازمتوں کے بارے میں تو اسلام کا اصول یہ ہے کہ مناصب اور ذمہ داریاں اہلیت کی بنیاد

پر دی جائیں نہ کہ آبادی کے تناسب سے اور کوٹہ سسٹم کی بنیاد پر، البتہ اہلیت رکھنے والے علاقائی مستحقین کو لازماً ترجیح دی جانی چاہیے۔ جن علاقوں میں تعلیم کی کمی ہے ان میں تعلیمی ادارے کھولنے اور تعلیمی سہولتیں فراہم کرنے پر خصوصی توجہ دی جائے تاکہ آبادی کے تناسب سے تعلیمی اہلیت کا تناسب بھی برقرار رہے۔ لیکن اہلیت کے بغیر محض آبادی کے تناسب کے اعتبار سے نااہلوں کو ملازمتیں دینا کوئی مفید اور دانش مندانہ کام نہیں ہے (گوہر رحمٰن)۔

منشورات

کون بھلا آدمی نہیں چاہتا کہ بھلائی کی بات، کلمہ خیر، آگے بڑھے، نشر ہو، پھیلے۔ منشورات نے ترجمان القرآن کے اہم مضامین کے ری پرنٹس ارزاں نرخ پر فراہم کر کے آپ کے لیے آسانی پیدا کر دی ہے۔

آپ کسی انجمن کے ذمہ دار ہیں اور ممبران کو بھلائی کی بات پہنچانا چاہتے ہیں،

آپ کسی تعلیمی ادارہ کے سربراہ ہیں اور طلبہ اور والدین کو کوئی ہدیہ دینا چاہتے ہیں،

آپ مسجد میں کوئی نفع کی چیز تقسیم کرنا چاہتے ہیں،

آپ کسی عوامی جگہ پر خیر پھیلانا چاہتے ہیں،

آپ معاشرہ کی اصلاح کے لیے کچھ کرنا چاہتے ہیں--- تو

یہ ۲۵ ری پرنٹس آپ کے لیے ہیں!

ازراہِ کرم ۱۰۰ سے کم کا آڈر نہ دیجیے اور نقد ادائیگی کیجیے یا ڈرافٹ ارسال کیجیے
-- تاکہ یہ کام جاری رہے، کلمہ خیر نشر ہوتا رہے۔

تفصیلات کے لیے رابطہ:

منشورات۔ منصورہ ملتان روڈ۔ لاہور 54570 فیکس: 042-7832194